AFKĀR *Journal of Islamic & Religious Studies*
Volume 4, Issue 1, June 2020, PP: 97-108
E-ISSN 2616-8588; P-ISSN 2616-9223
www.afkar.com.pk; hjrs.hec.gov.pk

Scan for download

کلام نبوی ﷺ میں قسم کا اسلوب: ایک جائزہ

Modality of Swearing in the Words of the Prophet (peace be upon him): An Appraisal

Muhammad Humayun Abbas Shams [1] & Hafiz Muhammad Siddique [2*]

[1] Prof. Faculty of Islamic & Oriental Learning, Government College University Faisalabad
[2] Assistant Professor, Faculty of Sharīʻah & Law, International Islamic University Islamabad

ARTICLE INFO

Article History:
Received 31 May 2020
Accepted 11 July 2020
Online 20 July 2020

DOI:

***Keywords**:*
Swearing,
Veracity,
Modality,
Traditions,
Conversation.

ABSTRACT

The practice of swearing is as old as human existence. It intends to prove the veracity of the words and to strengthen the liability and trust among relationships. Swearing is more important than witness although it is considered as the status of witness especially in the court of law. People usually swear to fulfill promises or ensure the genuineness of their statements. As a convention of human society the modality of swearing is also elaborated and fully instructed in Islam. It is a declaration in the name of Allah or His attributes to be the witness of our own words. This research presents the expressions of swearing in the traditions of the Prophet (peace be upon him). The current research is significant that swearing is usually considered for the ratification and confirmation of the given statement but the Prophet (peace be upon him) needs not to prove his statements because he was called truthful and honest person by the enemies. The present study aims to investigate the words used for swearing in the conversation of the Prophet (peace be upon him) and highlights the purposes of his swearing. It also discusses the reason for usage of several words of swearing at several places and in several contexts. This paper concludes that swearing in the name of Allah is permitted and all other types of swearing are strictly prohibited.

* Corresponding Author's email: hafiz.siddique@iiu.edu.pk

CC BY

تمہید

قسم کھانے کے عمل کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنا انسان خود قدیم ہے بلکہ وجود بشر سے قبل ابلیس نے ابوالبشر حضرت آدمؑ وحواؑ کے لئے جھوٹی قسم کھا کر فریفتہ بنایا اور خیر خواہی وہمدردی ظاہر کی تھی۔[1] ہر قوم وقبیلہ کے لوگ اپنی بات کے اثبات یا اِتّھامات واِلزامات کے رد کیلئے قسم کھاتے رہے ہیں۔ مختلف ملّتیں اور اقوام اپنے اعتقادات و نظریات کے مطابق اپنی مقدس و محترم چیزوں کی قسم کھاتے رہے ہیں اور ہمیشہ سے جھوٹی قسم کے نتیجہ میں اپنے معبود وخدا کے غضب وعذاب سے ڈرتے تھے لہذا قسم کیساتھ وہ ان خداؤں کو اپنی بات پہ گواہ بناتے تھے۔[2]

کلام کے رد و قبول میں قسم بہت اہم کردار ادا کرتی ہے بلکہ متکلم جب گفتگو کو قسم سے مؤکد کرتا ہے تو سامع محسوس کرتا ہے کہ ضرور یہ کلام خاص اہمیت رکھتا ہے۔ کلام میں قسم کسی بات کو ثابت یا مؤکد کرنے کیلئے لائی جاتی ہے لہذا یہ خاص اور اہم چیزوں کیساتھ ہی واقع ہوتی ہے زمانۂ جاہلیّت میں عرب اپنی گفتگو میں یقین کیلئے کثرت سے قسم کھاتے تھے لیکن وہ فضول غیر اہم اور سطحی نظر چیزیں ہوتیں یا پھر بہت ہی کم فوائد کی حامل ہوتی تھیں۔

ہر زبان اور ہر جوامع بشری اور ثقافتِ انسانی میں قانون اور اپنی گفتگو کی پابندی کی رعایت میں قسم انتہائی اہمیت رکھتی ہے بلکہ حلف برداری قانونی اور آئینی حیثیت بن چکی ہے اور عرصۂ دراز مختلف پیشہ ور اور سیاسی وعسکری عہدہ داران اپنے پیشے کے تقدُّس واحترام کے پیشِ نظر اپنے قانون و مملکت سے وفاداری کیلئے حلف اُٹھاتے ہیں اور گواہ کی عدم موجودگی پر عدالت میں بھی قسم سے استفادہ کا طریقہ اپنایا جاتا ہے۔[3]

بلاشبہ عربی زبان دیگر امتیازات کیساتھ ساتھ قسم کے منفرد اسلوب کی بنیاد پر بھی دوسری زبانوں میں ممتاز حیثیت کی رکھتی ہے جیسے انگلش میں قسم کیلئے swear کا لفظ استعمال ہوتا ہے لیکن اس کیلئے کوئی خاص اہتمام ملحوظ خاطر نہیں رکھا جاتا جیسا کہ عربی زبان میں قسم کو غیر معمولی اہمیت دیتے ہوئے اس کی متعدد اقسام مذکور ہیں۔ قبل از اسلام زمانہ جاہلیت میں بھی لات وعزی کا ناموں سے قسم کا خاص اہتمام نظر آتا ہے لیکن بعد از اسلام قرآن کریم میں اللہ کے نام سے، نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے نام سے، قرآن کے نام سے اور دیگر مخلوقات کے نام سے کئی قسموں کا وارد ہونا خاص مقام رکھتا ہے۔

علماء اسلام نے ابتداء ہی سے قسم کے بیان کو نظر انداز نہیں کیا لیکن امام زرکشی نے البرھان فی علوم القرآن، امام سیوطی نے الاتقان فی علوم القرآن اور ابن جوزی نے التبیان فی اقسام القرآن میں اس موضوع پر باقاعدہ ابواب بندی فرمائی ہے۔ لفظِ "قَسَم" اسم مصدر ہے یا حاصل مصدر اور یہ لفظ اپنے مختلف مشتقّات کے ساتھ 33 بار قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے، اور اکثر اِسکا استعمال قسم ہی کے معنٰی میں ہوا ہے، یہ لفظ فعل ماضی (أَقْسَمَ) کے طور پر تقریباً 8 بار اور فعل مضارع (یُقْسِمُ اور اِسکی جمع) کی مختلف صورتوں میں تقریباً 12 بار ذکر ہوا ہے[4]، اور ڈاکٹر خلیف کا یہ خیال ہے کہ یہ مادّہ "قَسَم" فقط مکّی آیات کے ساتھ اختصاص رکھتا ہے۔[5]

اسی طرح حدیث نبوی ﷺ میں بھی قسم کا بیان نظر آتا ہے جبکہ نبی اکرم ﷺ نے اللہ کے علاوہ کسی دیگر شے کی تعظیما بھی قسم نہیں اٹھائی اسلام کی تعلیم بھی یہی ہے۔[6] ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ حدیث رسول ﷺ میں قسم کا ذکر اسی مقامات پر ہوا ہے اور تین مقامات پر قسم کا اللہ تعالی نے حکم فرمایا ہے۔[7] نبی اکرم ﷺ سے امت کی والہانہ محبت اور وارفتگی کا یہ عالم ہے کہ نبی کریم ﷺ کی گفتگو کے ہر انداز اور قسم اٹھانے کی وجہ تک کو محفوظ کر لیا ہے۔

کلام نبوی ﷺ میں قسم کے نظائر

گفتگو میں قسم کھانے کا اسلوب انسانی معاشرہ میں ہمیشہ سے موجود رہا ہے۔ اس کا مقصد مخاطب کو اپنی حقانیت و سچائی کا ثبوت دینا ہوتا ہے۔ گویا قسم کی حیثیت ایک گواہ کی سی ہے۔ قسم کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنا انسان کا وجود۔ پہلے انسان سیدنا آدم علیہ السلام ابھی زمین پر تشریف نہ لائے تھے، تو آپ کو یقین دہانی کروانے کے لیے اور اپنی بات کی گواہی کے طور پر، شیطان نے آپ علیہ السلام کے سامنے قسم کھائی۔

وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ[8]

ترجمہ: شیطان نے ان دونوں کو قسم کھا کر کہا کہ یقیناً میں آپ دونوں کا خیر خواہ ہوں۔

کے الفاظ اس حقیقت کے مظہر ہیں۔ اس کے بعد تاریخ انسانی میں قسم کا یہ اسلوب متعارف ہوا۔ عرب کی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو یہاں گفتگو میں بات بات پر قسم کھانے کا طریقہ متعارف تھا۔ انسانی معاشروں کی یہ ہمیشہ نفسیات رہی ہے کہ وہ صحیح اور درست چیزوں کو مفادات وضروریات کے تحت غیر محل میں استعمال کرنا شروع کر دیتا ہے اس لئے قرآن کریم نے قسم کے حوالہ سے خصوصی احکامات بیان فرمائے۔[9]

علاوہ ازیں کثرت سے قسمیں کھانے کو اخلاقی رذائل کے طور پر ذکر کیا۔ سورہ القلم میں ایک ایسے رویے کے طور پر حلاف[10] کو متعارف کروایا گیا ہے جو پسندیدہ اور قابل اطاعت نہیں ہے۔ عرب میں قسم کے رواج کو جاننے کے لئے ادب جاہلیت[11] اور تاریخ عرب کو بنیاد نہ بھی بنایا جائے تو قرآنی اشارات اس بات کی شہادت فراہم کرتے ہیں کہ بات بات پر قسم ان کا وتیرہ تھا۔ یمین لغو کی اصطلاح شاید اسی پس منظر میں فقہ اسلامی کا حصہ بنی، اور سورۃ البقرہ کی آیت: 225ء اس کی بنیاد بنی۔[12] اس ضمن میں نبی کریم ﷺ کی ہدایات سے بھی بہت سے تاریخی معلومات مل سکتی ہیں۔ صحیح بخاری سے پتہ چلتا ہے کہ قریش اپنے آباؤاجدا کی قسمیں کھایا کرتے تھے۔[13] علامہ عینی کی نقل کردہ ایک روایت امھات اور اوثان کی قسم کی ممانعت، بتاتی ہے کہ عرب میں یہ بھی رواج تھا۔[14] نبی کریم ﷺ نے آباء کی قسم سے جو منع فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قسم میں کمال درجہ کی تعظیم پائی جاتی ہے، اور قسم کا تعلق تعظیم کی اس نوعیت سے ہے جس میں غیر اللہ کی شرکت نہیں ہو سکتی، علاوہ ازیں چونکہ قسم شاہد ہوتی ہے اور ذات باری تعالیٰ ایسا گواہ ہے کہ اسے نیند آتی ہے نہ اونگھ اور ہر جگہ و ہر وقت وہ شاہد ہے اس لیے نبی کریم ﷺ نے حکم فرمایا:

من حلف فقال فی حلفه باللات والعزی فلیقل لااله الاالله[15]

ترجمہ: جس نے قسم کھائی اور قسم میں کہا لات وعزی کی قسم پس اسے چاہئے کہ کہے لاالہ الااللہ۔

یہ بھی فرمایا:

الاان الله ینهاکم ان تحلفوا بآبائکم من کان حالفاً فلیحلف باللّٰه اولیصمت[16]

ترجمہ: آگاہ رہو کہ اللہ تمہیں منع کر رہا ہے اپنے آباء کی قسم کھانے سے (پس) جو قسم کھائے وہ اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔

نبی کریم ﷺ نے بھی اپنی گفتگو میں قسم کے الفاظ استعمال کئے اب اگر کوئی کسی ضرورت کے تحت اللہ کی قسم کھائے گا، تو اس کی حیثیت عرفی نہیں ہوگی بلکہ سنت کی ہوگی کیونکہ عرب کے جس رواج کو آپ اختیار فرمالیں وہ عرف اور رواج کے نقطہ نظر سے نہیں بلکہ شریعت اسلامیہ میں طریقہ نبوی کے زاویہ سے دیکھا جائے گا۔ اسی وجہ سے امام بخاری نے کتاب الایمان والنذور میں کیف کانت یمین النبی کا باب قائم کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے طریقہ تکلم میں قسم کے لیے مختلف الفاظ ملتے ہیں جن سے آپ قسم کھایا کرتے تھے۔ صحابہ کرام کی آپ سے وارفتگی و محبت اور عقیدت واحترام کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے، کہ انہوں نے آپ کی گفتگو میں ایسے کلام کو نقل کیا اور دوسروں تک

پہنچایا۔ صحابہ کرام کے اس طرز عمل اور رویے سے امت نے حجیت سنت کو تہذیب اسلام کی بنیاد سمجھا۔ صحابہ کرام کے چند اقوال ملاحظہ فرمائیں:

(i) کان النبی اذا اجتھدفی الیمین قال: والذی نفسی بیدہ

ترجمہ: نبی ﷺ جب قسم اٹھاتے تو فرماتے والذی نفسی بیدہ۔

(ii) کانت یمین رسول اللہ التی یحلف بھا: اشھدعنداللہ، والذی نفسی بیدہ[17]

ترجمہ: رسول اللہ کی قسم کے الفاظ یوں ہوتے اشھدعنداللہ، والذی نفسی بیدہ۔

(iii) کان اذا جتھدفی الیمین قال: والذی نفس ابی القاسم بیدہ[18]

ترجمہ: آپ ﷺ قسم اٹھاتے تو یوں فرماتے والذی نفس ابی القاسم بیدہ۔

(iv) کان اکثر ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاومصرف القلوب[19]

ترجمہ: رسول اللہ کی قسمیں اکثر ان الفاظ میں ہوتیں لاومصرف القلوب۔

(v) کان اکثر ماکان رسول اللہ یحلف بھذہ الیمین: لاومقلب القلوب[20]

ترجمہ: رسول اللہ کی اکثر قسمیں ان الفاظ میں ہوتیں لاومقلب القلوب۔

(vi) کان النبی یقول: اعوذ بعزتک[21]

ترجمہ: اسی طرح صحابہ نے نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں قسمیں اٹھائیں جیسے حضرت ابو بکر صدیق نے آپ کے سامنے ان الفاظ سے قسم اٹھائی "لاھا اللہ اذا۔[22]

حضرت اسید بن حضیر نے واقعہ افک پر بحث کرتے ہوئے آپ ﷺ کی موجودگی میں کہا: "لعمر اللہ لنقتلنہ"[23]

کتب احادیث میں بکثرت ایسی احادیث ملتی ہیں جن میں آپ کے درج بالا اور دیگر قسمیہ کلمات کی ادائی کا پتہ چلتا ہے۔ ایسی چند احادیث درج ذیل ہیں۔

(ا)ایم اللہ:

حضرت اسامہ بن زید کی امارت پر جب بعض لوگوں کو اعتراض ہوا تو آپ نے فرمایا:

ان کنتم تطعنون فی امرتہ فقدکنتم تطعنون فی امرۃ ابیہ من قبل وایم اللہ ان کان لخلیقا للامارہ، وان کان لمن احب الناس الی۔[24]

صحیح مسلم کی روایت کے مطابق اسی ایک خطبہ میں آپ نے چار مرتبہ انہی الفاظ سے قسم کھائی۔[25]

حضرت ابوہریرہ سے ایک روایت میں "وایم اللہ الذی نفس محمد بیدہ" کے الفاظ ہیں۔[26]

(ب) ورب الکعبۃ:

حضرت ابوذر کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کعبہ کے سائے میں تشریف فرما تھے اور فرما رہے تھے:

ھم الاخسرون ورب الکعبہ ھم الاخسرون و رب الکعبۃ۔[27]

(ج) واللہ:

(1) حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے:

سمعت رسول الله ﷺ يقول: والله انی لاستغفر الله و اتوب اليه فی اليوم اكثرمن سبعين مرة[28]

(2) حضرت ابوعبیدہ الجراح سے فرمایا:

فوالله! ماالفقر اخشی عليكم، ولكنی اخشٰی عليكم ان تبسط الدنيا عليكم كما بسطت علی من كان قبلكم، فتنا فسوها كما تنا فسوها و تهلككم كما اهلكتهم۔[29]

(3) ابوشریح کی روایت ہے آپ نے ہمسایوں کے حقوق کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

والله لايومن، والله لايومن، والله لايومن، قيل: من يا رسول الله؟ قال: الذی لايامن جاره بوائقه[30]

(4) والله انی أسمع بكاء الصبی وأنا فی الصلٰوة فأخفف[31]

(5) والله قتلتموه قالوا والله ماقتلنا......الخ[32]

(6) حضرت علی نے بنت ابی جہل سے نکاح کاارادہ کیاتو آپ نے اس موقعہ پر فرمایا

والله لاتجتمع بنت رسول الله وبنت عدوالله مكانا واحداابدا۔[33]

علاوہ ازیں درج ذیل احادیث بھی ملاحظہ فرمائیں۔[34]

(د)والذی لااله غيره:

(1) حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے:

قام فينا رسول الله فقال: والذی لااله غيره لايحل دم رجل مسلم يشهد ان لااله الا الله وانی محمد رسول الله الاثلاثة نفرالتارک للاسلام والمفارق للجماعة والثيب الزانی والنفس بالنفس۔[35]

(2) حضرت ابن مسعود سے مروی ہے:

قال حدثنا رسول الله وهو الصادق المصدوق ان احدكم يجمع خلقه فی بطن امه اربعين يوما ثم يكون علقة مثل ذلک ثم يكون مضغة مثل ذلک ثم يرسل اليه الملک فينفخ فيه الروح ويوم باربع كلمات رزقه واجله وعمله وشقی ام سعيد فوالذی لااله غيره ان احدكم ليعمل بعمل اهل الجنة حتی مايكون بينه وبينها الاذراع فيسبق عليه الكتاب۔[36]

واضح رہے کہ والذی اصل میں والله الذی ہے۔[37]

(ه)والذی كرم وجه محمدﷺ:

حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں:

"ان رسول الله اخذ الراية فهزماء ثم قال من ياخذها بحقها فجاء فلان فقال اناقال امط ثم جاء رجل فقال امط ثم قال النبیﷺ والذی كرم وجه محمدﷺ لأعطيتها رجلا لايفرّماک يا علی فانطلق حتی فتح الله عليه خيبر وفدک وجاء بعجوتهما وقديدهما قال مصعب بعجوتها وقديدها۔"[38]

(و)والذی نفس ابی القاسم بیدہ:

سعد بن ابی وقاص اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا۔

ان الایمان بدأ غریبا وسیعود کما بدأ فطوبی یومئذ للغرباء اذا فسد الناس والذی نفس ابی القاسم بیدہ لیارزن الایمان بین ہذین المسجدین کما تارزالحیة فی جحرھا۔[39]

(ھ)والذی نفسی بیدہ:

(1)حضرت انس کی روایت ہے:

اھدی للنبی ﷺ جبة سند س وکان ینھی عن الحریر فعجب الناس منھا، فقال: والذی نفس محمد بیدہ لمنا دیل سعد بن معاذ فی الجنة أحسن من ھذا۔[40]

(2)والذی نفسی بیدہ انی لأرجوان تکو نوانصف اہل الجنة۔[41]

(3) والذی نفسی بیدہ لاتقوم الساعة حتٰی تقتلوا امامکم۔[42]

(4)حضرت انس فرماتے ہیں:

ان رسول اللہ خرج حین زاغت الشمس فصلٰی الظھرفلما سلم قام علی المنبر فذکرالساعة وذکر ان بین یدیھا اموراعظاما ثم قال من احب ان یسأل عن شیء فلیسأل عنہ فواللہ لاتسئلونی من شیء الا اخبرتکم بہ مادمت فی مقامی ھذا قال انس فأکثر الناس البکاء حین سمعواذلک من رسول اللہ واکثر رسول اللہ ان یقول سلونی، قال أنس فقام رجل فقال این مدخلی یا رسول اللہ فقال النار، قال فقام عبداللہ بن حذافة فقال من ابی یارسول اللہ قال ابوک حذافة قال ثم اکثر ان یقول سلونی قال فبرک عمرعلی رکبتیہ فقال رضینا باللّٰہ ربّاو بالاسلام دینا وبمحمدﷺ رسولا قال فسکت رسول اللہ حین قال عمر ذلک ثم قال رسول اللہﷺ والذی نفسی بیدہ لقد عرضت علی الجنة والنار آنفافی عرض ھذا الحائط وانا اصلی فلم ارکالیوم فی الخیر والشر۔[43]

(5)حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں:

"قال رسول اللہ ﷺ: والذی نفسی بیدہ لولم تذنبوالذھب اللہ بکم ولجاء بقوم یذنبون مستغفرون اللہ فیغفرلھم۔"[44]

(ح)والذی نفس محمد بیدہ:

(1) چوری کے ایک مقدمہ میں لوگوں نے جب حضرت اسامہ کو سفارشی بنانا چاہا تو آپ نے فرمایا:

والذی نفس محمد بیدہ لوان فاطمہ بنت محمد سرقت لقطعت یدھا۔[45]

صحیح بخاری ہی میں اس واقعہ کی روایت میں قسم والذی نفسی بیدہ کے الفاظ ہیں۔[46]

صحیح مسلم کی ایک روایت میں قسم وایم اللہ کے الفاظ سے ہے۔[47]

(2) حضرت ابوھریرہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

والذی نفس محمد بیدہ، لوتعلمون ما اعلم لبکیتم کثیراً ولضحکتم قلیلا۔[48]

صحیح مسلم کی ایک روایت قسمیہ الفاظ کے بغیر ہے۔[49]

(3) والذی نفس محمد بیده لوأنكم دليتم رجلا بحبل۔[50]

(4) والذی نفس محمد بیده مامن عبدیومن ثم۔[51]

ان احادیث سے ظاہر ہوتا ہے، کلام نبوی میں مختلف قسمیں وارد ہوئی ہیں۔ ان قسموں میں کوئی قسم بھی مخلوق کی نہیں ہے کیوں کہ آپ نے اس سے منع فرمایا۔ البتہ یہ بات قابل توجہ ہے کہ والذی کرم وجه محمد، والذی نفسی بیده، والذی نفس محمد بیده جیسی قسموں میں کیا حکمت ہے؟ قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں قسموں سے یہ واضح ہے کہ قسم شاہد کے طور پر ہوتی ہے اور شہادت میں وہ چیز پیش کی جاتی ہے جو اس مقصد کے درجہ کمال کی حامل ہو۔ نبی کریم ﷺ کو قرآن کریم نے شاہد کہا۔ اس لیے آپ نے اللہ کی قسم کھائی لیکن ساتھ ذکر شاہد کامل کا کر دیا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ کی قسم کے ساتھ اس پر وردگار کے وجود اور وحدانیت کی اعظم دلیل کو ذکر کیا۔ قرآن کریم نے اس جہت سے آپ کو برہان کہا ہے۔ قد جاء کم برہان من ربکم۔ کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب روح البیان لکھتے ہیں:

والاشاره في الاية ان الله اعطى لكل اية و برهانا ليقيم به الحجة على الامة وجعل نفس النبى عليه السلام برهانا منه ذلک لان برهان الانبياء كان فى الاشياء غير انفسهم۔[52]

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے توحید رسالت کے باہم تعلق اور مخلوق کے لیے توحید کے عرفان کے حوالہ سے جو جملہ کہا ہے وہ ان قسموں کی توجیہ وتاویل کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہے۔

''محبت آں سرور بر نہجی مستولی شدہ است کہ حق سبحانہ وتعالیٰ را بواسطہ آں دوست می دارم کہ رب محمد است۔''[53]

یہاں اس تفصیلی بحث کو بھی پڑھنا مفید ہو گا جو پیر محمد کرم شاہ الازہری نے ضیاء القرآن میں سورۃ اخلاص کی تفسیر میں لفظ قل کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے۔[54]

اغراض قسم

بلاشبہ کلام نبوی ﷺ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی شک تک کی گنجائش کا گزر نہ پاتے تھے کہ تصدیق کی قبیل سے قسم گردانی جائے بلکہ قبل از اعلان نبوت بھی نبی کریم ﷺ صادق کے لقب سے مشہور تھے اور ایسا بھی ہر گز نہیں ہو سکتا کہ کلام نبوی ﷺ میں لغو کلمات ہوں۔ لہذا معلوم ہوا کہ قسم صرف کلام میں تاکید لانے کیلئے ہی نہیں آتی بلکہ کئی دیگر اہم اغراض و مقاصد کی بھی حامل ہوتی ہے۔ چند اغراض قابل ذکر ہیں۔

1- شریعت کی خلاف ورزی پر وجوہات کیساتھ تنبیہ کرنا

کسی چیز سے روکنے یا منع کرنے کے امر میں شدت کی نہی لانا جیسے چوری مین یاتھ کاٹنے کے معاملہ میں جناب سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کی شفارش پر تنبیہ فرمائی لو أن فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها۔[55] اس حدیث میں وجہ بیان فرماتے ہوئے تنبیہ فرمائی کہ سابقہ اقوام کی تباہی بھی انصاف کے غلط اصولوں کی بنیاد پر ہوئی کہ ضعیف کو سزا ملتی جبکہ طاقتور کو چھوڑ دیا جاتا تھا۔

2- غیبی امر کی خبر اور ظاہری حقیقت کی مخالفت پر تاکید لانا

یہ حقیقت ہے کہ بعض امور غیبیہ پر ایمان لانا آسان ہوتا ہے مگر بعض امور حواس پہنچ نہیں رکھتے بلکہ شک کا میلان پیدا ہو جاتا ہے پس ایسے شک کو دور کرنے کا فائدہ کیلئے بھی تاکید لائی جاتی ہے جو یہ وہم رفع کر دے جیسے حدیث عقبہ بن عامر میں ہے:

انی فرط لکم وانا شهید علیکم و انی واللہ لانظر الی حوضی الان و انی اعطیت مفاتیح خزائن الارض و انی واللہ ما اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی و لکن اخاف علیکم ان تنافسوا فیھا۔[56]

اس حدیث میں حوض اور مفاتیح خزائن کی خبر اور دنیا میں رغبت کی زیادتی کے خوف کا اظہار فرمایا ہے۔

3- طلب آخرت پر ترغیب اور دنیوی مصلحت پر اس کی تقدیم کیلئے

بلاشبہ بندہ مسلم کی ترجیح دین ہی ہوتا ہے مگر دنیوی زیب و زینت میں کئی بار غفلت کے پردے لپیٹ لیتے ہیں لہذا ایسے پردوں کو ہٹانے کی ضرورت ہوتی ہے جیسے حدیث سھل بن سعد میں ہے:

لاعطین ھذہ الرایة غدا رجلا یفتح اللہ علی یدیہ ،یحب اللہ و رسولہ و یحبہ اللہ ورسولہ۔قال:فبات الناس یدوکون لیلتھم :ایھم یعطاھا؟فلما اصبح الناس غدوا علی رسول اللہ ﷺ کلھم یر جو ان یعطاھا ،فقال:این علی،بن ابی طالب؟فقیل ھو یا رسول اللہ یشتکی عینیہ ،قال:فارسلوا الیہ ،فاتی بہ فبصق رسول اللہ ﷺ فی عینیہ و دعا لہ فبرأ حتی کان لم بہ وجع فاعطاہ الرایة۔فقال علی یارسول اللہ !أُقاتلھم حتی یکونوا مثلنا ،فقال :أُنفذعلی رسلک حتی تنزل بساحتھم ،ثم ادعھم الی الاسلام و اخبرھم بما یجب علیھم من حق اللہ فیہ ،فواللہ لأن یھدی اللہ بک رجلا واحدا خیر لک من ان یکون لک حمر النعم[57]

اس حدیث میں اجر آخرت کو دنیوی زینت پر ترجیح دی گئی ہے۔

4- موروثی مستقر غیر صحیح امور کی تغییر کی ترغیب کیلئے

یقیننا بعض امور زمانہ ماضی سے آباء اجداد کے عمل سے نفوس کو وراثت ملتے ہیں اور پختہ ہو جاتے ہیں پھر ان کی تبدیلی پر بھی قسم کو لانا تاکید کا فائدہ دیتا ہے جیسے حدیث موسی اشعری رضی اللہ عنہ میں ہے:

وَاللَّهِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ لاَ أَحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ فَأَرَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا إِلاَّ أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَتَحَلَّلْتُهَا۔[58]

اس تفصیلی حدیث میں نبی کریم ﷺ نے امت کو افضل فعل کی ترغیب دی اور خطاء پر اصرار سے منع کیا ہے۔

5- یقین کی پختگی اور اور مایوسی کے خاتمہ کیلئے

یقین کو پختہ کرنے اور مایوسی کو دور کرنے کا فائدہ بھی قسم سے لیا جاتا ہے جیسے حالت ضعف میں مسلمانوں کو فتوحات کی خبر دینا وغیرہ۔ جیسے حدیث خباب بن الٔارت رضي اللہ عنہ میں ہے:

واللہ لیتمن اللہ ھذا الأمر[59]

اس حدیث میں دین متین کی تمکین اور عروج کی خبر دے کر مایوسی کا خاتمہ کیا گیا ہے اور یہاں قسم یقین کی پختگی کا فائدہ بھی دے رہی ہے۔

6- اخبار جو خلاف ظاہر ہوں ان میں شک کو دور کرنے کا فائدہ

جب کوئی خبر ظاہر کے موافق ہو تو تاکید کی حاجت نہیں ہوتی مگر جب معاملہ بر عکس ہو تو اسے قبول کرنا دقت طلب ہوتا ہے اور شک کی راہ ہموار ہو جاتی ہے یہاں قسم فائدہ دیتی ہے۔

7- **یمین کے توازن میں یمین لا کر مستقر امر کی عدم صحت پر تاکید کا فائدہ**

کبھی توازن کیلئے یمین کے مقابلہ میں یمین لائی جاتی ہے کہ نفوس مخاطبہ میں بات مزید مستقر ہو جائے اور ظن کے احتمال کو دور کر دے۔

8- **نفس کی خواہش کی مخالفت میں ایمان کی دعوت کیلئے**

ہر چیز سے زیادہ فقیت انسان اپنی ذات کو دیتا ہے اسی لئے یہ ہر اس چیز کی خواہش کرتا جو اس کا نفس چاہتا ہے جیسے عموما اپنے آباء واجداد سے محبت ہوتی ہے مگر جب کلام بر عکس لایا گیا تو اس امر مبہم میں تاکید بھی لے آئے ہیں۔

9- **شدت تعجب کے اظہار کا فائدہ**

بعض اوقات قسم کی مراد ظاہری نہیں ہوتی ہے بلکہ شدت تعجب کا اظہار ہوتا ہے کہ خبر میں تعجب کی شدت کیساتھ تاکید لائی جائے۔

10-امور کے باطنی رموز بیان کرنے پر

عدل وانصاف سے طبع انسانی محبت کرتی ہے مگر حدیث پاک میں بعض کو ہدیے دینے اور بعض کو نہ دینے کی حکمت بیان فرمائی گئی کی تالیف قلب کیلئے عطا فرمائے گئے اور عدم عطا محرومیت نہیں بلکہ قوت ایمان کی دلیل ہے۔

ایک اشکال:

آپ ﷺ نے ماں باپ کی قسم کھانے سے منع کیا۔ مگر ایک حدیث میں ایک اعرابی نے آپ کے سامنے اسلام کے احکامات کی پابندی کا عہد کیا تو آپ نے ان الفاظ میں فرمایا: "والله لازيد على هذا والا انقص منه ہو۔" تو آپ نے جواب میں فرمایا: "افلح وابيه ان صدق۔"[60]

یعنی اس کے باپ کی قسم یہ شخص اگر وعدہ میں سچا ہے تو کامیاب ہو گیا۔ محدثین نے اس کا جواب دیتے ہوئے تفصیلی بحث کی ہے۔ محدثین کا پسندیدہ جواب یہ ہے کہ یہ کلمہ تاکید کے لیے آپ کی زبان مبارک سے ادا ہوا ہے۔ اور عرب اس کو اس طرح استعمال کرتے تھے اس سے مقصود قسم نہیں ہوتا تھا۔[61]

نتائج بحث

1۔ احادیث میں موجود قسمیں تاکید کے لیے ہیں اور ان کے لیے مختلف صیغے استعمال کئے گئے ہیں البتہ والذی نفسی بیدہ اور اس سے ملتے دیگر الفاظ سے قسموں کی تعداد زیادہ ہے۔ یہ الفاظ بیان توحید اور دلیل توحید کے طور پر آپ ﷺ نے بیان فرمائے۔

2۔ قسم کبھی کلام کے آغاز میں ہے اور کہیں بعد میں۔ یعنی جس موقعہ پر تاکید کی ضرورت تھی وہاں قسم کھائی گئی ہے۔

3۔ یک ہی موقع پر مسئلہ کی نزاکت کے پیش نظر چار مرتبہ تک قسم بھی کھائی گئی ہے۔ یعنی ایک بات کی تاکید کے لیے قسم کو دہرایا جا سکتا ہے۔

(4۔ ایک ہی موقعہ پر قسم کے لیے ایک سے زیادہ صیغوں کو بھی جمع کیا گیا ہے۔

5۔ بعض اوقات ایک واقعہ ایک راوی نے قسم کے ساتھ بیان کیا ہے کوئی دوسرا راوی/دوسرا محدث اس کو قسم کے بغیر بیان کرتا ہے۔ یہ شاید راویوں کا تصرف ہے کہ انہوں نے قسمیہ کلمات کو بیان کرنا ضروری نہ سمجھا۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 international license.

حواشی حوالہ جات

[1] القرآن 21:7۔

[2] علی ابو القاسم عون، **اسلوب القسم و اجتماعُه مع الشرط فی رحابِ القرآن الکریم**،(لیبیا:جامعة الفاتح پبلشرز،1992م)،ص 24۔

[3] محمد رأفت عثمان، **النظام القضائي في الفقه الإسلامي**،(کویت: مکتبة الفلاح، 1989م)، ج1،ص217۔

[4] شعبان محمد اسماعیل، **المدخل لدراسة القرآن و السنة والعلوم الاسلامیة**،(مصر:دار الانصار،1400ھ)، ج 1،ص 502۔

[5] ڈاکٹر یوسف خلیف، **دراسات فی القرآن والحدیث**،(مصر:دار غریب، 2007 م)،ص 212۔

[6] ابو عیسی محمد بن عیسٰی الترمذی، **جامع الترمذی**،کتاب النذور والأیمان :باب ما جاء عن رسول الله ﷺ أن لا نذر في معصية،رقم الحدیث 1535۔

[7] محمد بن ابی بکر ابن قیم، **زاد المعاد فی ھدی خیر العباد**،(بیروت:مکتبة المنار الاسلامیة،1986م)، ج 1،ص163۔

[8] القرآن 7:21۔

[9] القرآن 5:89،2:184۔95۔

[10] القرآن 68:10۔

[11] قدیم جاہلی عرب کو پڑھیں تو اس حقیقت کو صاف محسوس کیا جا سکتا ہے۔ شعروں میں لعمرک کی قسم کا عام رواج تھا، واللہ، باللہ اور قسم کے دیگر اسلوب بھی نظم و نثر دونوں میں متعارف تھے۔ طرفہ بن العبد کا یہ شعر:

لعمرک ان قابوس بن ھند　　لیخلط ملکه نوک کثیر

(البیان والتبیین، ج ثانی، ص157)

عمر بن ابی ربیعۃ کا ایک شعر یہ ہے:

لعمرک ھل رایت لھا سمیا　　فشاقک ام رایت لھا خرینا

(امالی القالی، ج اول، ص138)

زید بن عمرو بن نفیل کا یہ قول:

قد ذکر ابن اسحاق ان اسماء بنت ابی بکر قالت:لقد رایت زید بن عمرو بن نفیل مسندا ظھره الی الکعبة یقول:یامعشر قریش،والذی نفسی بیده ما اصبح منکم احد علی دین ابراہیم غیری۔۔۔

(خزانۃ الادب، ج2، ص403)

قسم کے لیے عرب بعض اوقات کسی فعل کو بھی انجام دیتے۔ جیسے حجر اسود کی تنصیب کے مسئلہ میں بنو عبد الدار نے خون سے بھرا ہوا ایک پیالہ درمیان میں رکھ کر بنو عدی سے معاہدہ کیا۔انہوں نے اپنے ہاتھ خون میں ڈبو کر آپس میں عہد کیا کہ مر جائیں گے، پیچھے نہیں ہٹیں گے۔(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، دار الکتاب العربی، بیروت، ج اول، ص131)

[12] لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم۔

[13] ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری، **الجامع الصحیح**،کتاب التوحید،باب لا تحلفوا باب ائکم،رقم الحدیث:7371۔

[14] یوسف بن محمود عینی،**عمدۃ القاری**،(بیروت:دارالکتب العلمیۃ،2000م)،ج15،ص706۔

[15] بخاری،**الجامع الصحیح**،کتاب الایمان والنذور،باب لا یحلف والعزی ولا بالطواغیت،رقم الحدیث:6650۔

[16] ایضاً کتاب التوحید،باب لا تحلفوا باب ائکم،رقم الحدیث:7371۔

[17] العسقلانی،**فتح الباری**،(بیروت:دارالکتب العلمیۃ،1421ھ/ 2000ء،)،ج 14،ص 644۔

[18] سلیمان بن الأشعث السجستانی،**سنن ابی داؤد**،کتاب الایمان والنذور،باب ما جاء فی یمین النبی ما کانت،رقم الحدیث:3264۔

[19] ایضاً۔

[20] ایضاً رقم الحدیث:3263۔

[21] بخاری،**الجامع الصحیح**،کتاب الایمان والنذور،باب الحلف بعزۃ اللہ وصفاتہ وکلماتہ،رقم الحدیث:7383۔

[22] ایضاً کتاب الایمان والنذور،باب کیف کانت یمین النبی،رقم الحدیث:6632

[23] ایضاً کتاب الایمان والنذور،باب قول اللہ تعالیٰ:لا یؤاخذکم اللہ باللغو،رقم الحدیث:6662۔

[24] ایضاً کتاب الایمان والنذور،باب قول النبیﷺ وایم اللہ،رقم الحدیث:6627۔

[25] ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری،**الجامع الصحیح**،کتاب فضائل الصحابۃ،رقم الحدیث:2426۔

[26] ابن حجر العسقلانی شہاب الدین احمد بن علی،**فتح الباری**،(بیروت:دارالکتب العلمیۃ،1421ھ)،ج 14،ص 641۔

[27] مسلم،**الجامع الصحیح**،کتاب الزکاۃ،باب تغلیظ عقوبۃ من لا یؤدّی الزکاۃ،رقم الحدیث:990۔

[28] بخاری،**الجامع الصحیح**،کتاب الدعوات،باب استغفار النبی فی الیوم واللیلۃ،رقم الحدیث:6307۔

[29] بخاری،**الجامع الصحیح**،کتاب المغازی،رقم الحدیث:4015۔

[30] ایضاً کتاب الادب،باب اثم من لا یامن جارہ بوائقہ،رقم الحدیث:6016۔

[31] الترمذی،**جامع الترمذی**،کتاب الصلوٰۃ باب مَاجَاءَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ إِنِّي لأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فِي الصَّلاَةِ فَأُخَفِّفُ،رقم الحدیث:376۔

[32] ابو عبداللہ محمد بن یزید قزوینی،**سنن ابن ماجہ**،کتاب الدیات،باب الْجُبَار:رقم الحدیث:2676۔

[33] مسلم،**الجامع الصحیح**،کتاب فضائل الصحابۃ،باب فضائل فاطمۃ بن النبی علیہما الصلوۃ والسلام،رقم الحدیث:2449۔

[34] بخاری،**الجامع الصحیح**،كِتَابُ الأَيْمَانِ وَالنُّذُورِ:بَابُ اليَمِينِ فِيمَا لاَ يَمْلِكُ،وَفِي المَعْصِيَةِ وَفِي الغَضَبِرق،رقم الحدیث:6680۔

[35] ترمذی،**جامع الترمذی**،کتاب الدیات،باب مَا جَاءَ لاَ يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلاَّ بِإِحْدَى ثَلاَثٍ،رقم الحدیث:1402۔

[36] بخاری،**الجامع الصحیح**،کتاب الاحادیث الانبیاء،باب خلق آدم وذریتہ،رقم الحدیث:3332۔

[37] بدر الدین عینی،**عمدۃ القاری**،(بیروت:دارالکتب العلمیۃ،1421ھ/ 2000ء)،ج1،ص 234۔

[38] احمد بن حنبل،**مسند احمد**،كِتَاب فَضَائِلِ الصحابة،ربَابُ مَنَاقِبُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ،قم الحديث:11139۔

[39] ايضاً كتاب الإيمان،باب بَيَانِ أَنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ غَرِيبًا،رقم الحديث:1604۔

[40] (i)بخاری،**الجامع الصحیح**،كتاب الهبة،رقم الحديث:2615(ii)مسلم،**الجامع الصحیح**،كتاب فضائل الصحابة،رقم الحديث:2469۔

[41] ابن ماجه،**سنن ابن ماجه**،كتاب الزهد،رقم الحديث:4283۔

[42] ترمذی،**جامع الترمذی**،كتاب الفتن،رقم الحديث:2169۔

[43] بخاری،**الجامع الصحیح**،كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة،باب مَا يُكْرَهُ مِنْ كَثْرَةِ السُّؤَالِ وَتَكَلُّفِ مَا لاَ يَعْنِيهِ،رقم الحديث:7294۔

[44] مسلم،**الجامع الصحیح**،كتاب التوبة, باب سُقُوطِ الذُّنُوبِ بِالاِسْتِغْفَارِ تَوْبَةً،رقم الحديث 2749۔

[45] بخاری،**الجامع الصحیح**،كتاب المغازی،بابمن شهد الفتح،رقم الحديث:4304۔

[46] ايضاً،كتاب الحدود،باب اقامة الحدود على الشريف والوضيع،رقم الحديث:6787۔

[47] مسلم،**الجامع الصحیح**،كتاب الحدود،باب قطع السارق الشريف وغيره،رقم الحديث:1688۔

[48] بخاری،**الجامع الصحیح**،كتاب الايمان والنذور،رقم الحديث:6637 -

[49] مسلم،**الجامع الصحیح**،كتاب الفضائل،رقم الحديث:2359۔

[50] ترمذی،**جامع الترمذی**،كتاب تفسير القرآن،رقم الحديث:3298۔

[51] ابن ماجه،**سنن ابن ماجه**،كتاب الزهد،رقم الحديث:4285۔

[52] ابو الفداء اسمٰعيل حقى بن مصطفىٰ استانبولى،**روح البيان**،(بيروت:دار احياء التراث العربى1305ھ)،ج2،ص 333۔

[53] شیخ احمدفاروقی سرہندی،**مبدأ و معاد**،(کراچی:اداره مجددیه،1983م)،ص 63۔

[54] پیر محمد کرم شاہ الازہری،**ضیاء القرآن**،(لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز،1400ھ)،ج5،ص715۔

[55] بخاري،**الجامع الصحیح**،كتاب أحاديث الأنبياء،باب حديث الغار،رقم الحديث:3475 ومسلم،كتاب الحدود،باب قطع السارق الشريف وغيره،والنهي عن الشفاعة في الحدود،رقم الحديث:1688۔

[56] بخاری،**الجامع الصحیح**،كتاب الجنائز،باب الصَّلاَةِ عَلَى الشَّهِيدِ،رقم الحديث:1344۔

[57] ايضاً كتاب المغازی،باب غزوة خيبر،رقم الحديث:4210۔

[58] ايضاً باب الْيَمِينِ فِيمَا لاَ يَمْلِكُ،وَفِي الْمَعْصِيَةِ،وَفِي الْغَضَبِ،رقم الحديث:2964۔

[59] ايضاً كتاب المقدمات،رقم الحديث:41۔

[60] مسلم،**الجامع الصحیح**،كتاب الايمان،باب الصلوات التى هى احد اركان الاسلام،رقم الحديث:11۔

[61] علامہ غلام رسول سعیدی،**شرح الجامع الصحیح**،(لاہور: فرید بک سٹال،1995م)،ج4،ص564-565۔